شاہ غازی بادشاہ عراق کی وفات

شاہ غازی جو ایک نہایت مدبر اور جوان ہمت بادشاہ تھے انکی نسبت نہایت دردناک اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آپ اپنی موٹر پر تیزی کے ساتھ محل کی طرف جا رہے تھے کہ کار بجلی کے ایک کھمبے سے ٹکرائی۔ جس سے آپ کے دماغ میں شدید چوٹ آئی۔ اور چالیس منٹ میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ ۱۹۳۳ء میں اکیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چھبیس سال چند ماہ کی ہوئی تھی۔ آپ اگرچہ نوعمر تھے۔ مگر عراقی عرب نے آپ کی چھ سالہ سلطنت میں نہایت غیر معمولی ترقی کی۔ کئی دفعہ کے اس مختصر دور حکومت میں بغاوت ہوئی۔ مگر آپ کی قوت اور تدبر نے اسے دبا دیا۔ آپ ملک میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ اور نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ بادشاہ ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کی شادی شاہ علی ابن حسین سابق بادشاہ حجاز کے جو آپ کے تایا تھے کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اور اس شادی کے بعد جلد ہی ملک علی وفات پا گئے۔

ملک فیصل چونکہ نہایت بیدار مغز بادشاہ تھے۔ ان کی وفات کے بعد بہت بڑا خطرہ تھا۔ کہ ملک اندرونی خانہ جنگیوں کا شکار ہو جائیگا۔ اور بعد کے واقعات نے بتلا دیا۔ کہ یہ خطرہ خیالی نہ تھا۔ مگر شاہ غازی نے ان فتنوں کا سدباب کر کے عالم اسلامی کے مدبرین کے دلوں میں خوشی کی لہر پیدا کر دی۔ اس جوانا مرگی اور بے وقت موت پر ہم کو بہت صدمہ ہے۔ خصوصاً مسلمانوں میں جبکہ پہلے ہی قحط الرجال ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مسلمانان عراق کو ہر قسم کے داخلی خارجی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اور نئے بننے والے بادشاہ کو لمبی عمر دے۔ اور قوت دے کہ وہ اس نقصان کی تلافی کر سکے۔

نیا بادشاہ شاہ غازی کا چار سالہ بچہ ہے۔ سردست بچے کے بالغ ہونے تک شاہ مرحوم کے نسبتی بھائی بطور ریجنٹ کے سلطنت کا بار سنبھالیں گے۔

ایک جاوی نوجوان کی آمد

۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء ایک نوجوان جن کا نام امیر حمزہ ہے۔ اور جو جاوا کے رہنے والے ہیں سنگاپور سے ساڑھے ۹ بجے کی گاڑی سے قادیان میں تشریف لائے۔ آپ سنگاپور میں انگریزی تعلیم کے لئے آئے ہوئے تھے۔ کہ ان کی ملاقات مولوی غلام حسین صاحب ایاز مجاہد تحریک جدید سے ہوئی۔ اور ان سے سلسلہ احمدیہ کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ اور یہ گفتگو ایک مناظرے کا رنگ اختیار کر گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر حمزہ کے دل میں احمدیت گھر کر گئی۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ایمان لے آئے۔

امیر حمزہ کی عمر اس وقت ۲۴ سال کی ہے اور وہ جاوی زبان کے علاوہ ہالینڈ اور جرمنی اور انگریزی زبان پر عبور رکھتے ہیں۔

ان کے والد حاجی یوسف ایک ہالینڈی جہاز پر کپتان تھے۔ اور اب پنشن لے رہے ہیں۔ ان کو جب اپنے بیٹے کے احمدی ہونے کی خبر معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے ان سے نہ صرف خط و کتابت ترک کر دی۔ بلکہ خرچ دینا بھی بند کر دیا۔ امیر حمزہ کے چہرے پر رشد کے آثار پائے جاتے ہیں۔ وہ قادیان میں آکر بہت خوش ہیں۔ کہ ان کو یہاں ہزارہا احمدی بھائی میسر آ گئے۔

وہ کہتے ہیں کہ سنگاپور میں احمدیت کی شدید مخالفت ہے۔ مگر مولوی غلام حسین صاحب ایاز بہت عمدہ کام کر رہے ہیں۔ ان کو اس امر کا رنج ہے کہ ان کے خاندان نے ان کا بائیکاٹ کر رکھا ہے

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ان کے والدین اور سارے خاندان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر و پرنٹر چھپ کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

حضرت منشی محمد جلال الدین صاحب مرحوم کے مختصر حالات زندگی

حضرت منشی جلال الدین صاحب مرحوم ساکن بلانی ضلع گجرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۴۱ پر ۳۱۳ صحابہ کے جو اسماء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمائے ہیں۔ ان میں سے پہلا نام آپ کا ہی ہے آپ حضرت مرزا محمد اشرف صاحب سابق محاسب و ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے والد بزرگوار تھے۔ آپ کے بعض مختصر حالات زندگی درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے۔ آمین (ایڈیٹر)

صاحب موصوف خاکسار کے حقیقی پھوپھا تھے۔ ۱۸۹۴ء میں خاکسار کی عمر قریباً بارہ سال تھی۔ جبکہ خاکسار کو آپ کی خدمت میں سیالکوٹ چھاؤنی رسالہ ۱۲ میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ رسالہ ۱۲ میں صاحب ممدوح بعہدہ امیر منشی ملازم تھے۔

خشیت اللہ

(۱) صاحب موصوف کو اپنی پنجگانہ نمازوں میں اس قدر رقت اور خشیت اللہ تھی۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ آنسوؤں سے آپ کا مبارک چہرہ اور ریش مبارک (جو کم از کم چھ انگل لمبی تھی) تر ہو کر آپ کے سینہ مبارک پر گرتا بھی بھیگ جایا کرتا تھا۔ اللہ اللہ پنجگانہ نمازوں میں بلا ناغہ ہر ایک نماز میں مندرجہ بالا سرور اور لطف آپ کو میسر ہوتا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ ربنا واجعلنا منھم۔

(۲) جب آپ ۱۹۰۲ء میں پنشن حاصل کرنے کے بعد اپنے مسکن موضع بلانی میں تشریف فرما ہوئے۔ تو ایک روز ظہر کی نماز میں آپ کو رقت پیدا نہ ہوئی۔ نماز سے فراغت پاکر آپ گھر تشریف لے گئے۔ اور میری پھوپھی صاحبہ مرحومہ کے پاس بیان کیا۔ کہ آج مجھے نماز میں رقت اور سرور نہیں پیدا ہوا۔ اس لئے میں اسی وقت قادیان جاتا ہوں۔ چنانچہ یہ فرماکر اسی وقت سوٹی لے کر گھر سے قادیان آگئے۔ اور قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد واپس گھر تشریف لائے۔

(۳) میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جب کبھی آپ قادیان سے واپس تشریف لے جاتے۔ تو آپ کے چہرہ پر اس قدر سرور اور نشاط نمایاں ہوتا تھا۔ کہ آپ کا مبارک چہرہ انوار ربانی سے مملو ہو جایا کرتا تھا ویسے بھی آپکی شکل خدا کے فضل سے نہایت خوبصورت تھی۔ لیکن قادیان سے واپسی کے بعد آپ کے چہرہ پر لمعان ایزدی خاص طور پر اظہر من الشمس ہو جایا کرتے تھے۔

(۴) ایک سفر میں راقم ان کے ساتھ تھا۔ راستہ میں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی۔ اور بعد نماز مجھے فرمایا کہ سورۂ والمرسلات تم کو یاد ہے۔ میں نے عرض کیا یاد ہے۔ فرمایا پڑھو۔ چنانچہ نیازمند نے پڑھنا شروع کیا۔ ابتدائے سورۃ میں ہی آپ نے رونا شروع کیا۔ اور ایسا زور سے روئے کہ چیخیں نکل گئیں۔ اور بچوں کی طرح آپ کو زور سے ہچکی شروع ہو گئی۔ جب میں نے سورۃ ختم کی تو آپ نے فرمایا پھر پڑھو۔ چنانچہ میں نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ آپ کی ہچکی اور چیخیں اس قدر زیادہ ہو گئیں۔ کہ مجھے خطرہ تھا کہ شاید ان کا خاتمہ نہ ہو جائے غرضیکہ اسی طرح سات آٹھ دفعہ مجھ سے سورۃ مذکور پڑھوائی۔ اور قریباً دو ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد آپ نے رونا بند کیا۔ اور بقیہ سفر طے کیا۔

(۵) چھاؤنی سیالکوٹ میں بمعیت برادرم مکرم مرزا محمد اشرف صاحب رات کو کھانے پر بیٹھے۔ اور دو تین لقمہ اٹھانے کے بعد مجھے فرمایا کہ گلستان کا کون سا شعر ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ "تھوڑا کھاؤ"۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو نہیں

اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی

اس شعر کو سن کر آپ نے زار و قطار رونا شروع کیا۔ اور اس زور سے گریہ زاری شروع ہوئی۔ کہ ناچار کھانا بند کرنا پڑا۔ اور بہت دیر کے بعد آپ کو ہوش آئی۔ پھر مندرجہ بالا شعر پڑھ کر رونا شروع کر دیا۔ قریباً دو گھنٹہ کے بعد آپ کی رقت ختم ہوئی۔

(۶) باوجودیکہ آپ کو اپنے فرائض منصبی سے فرصت کم ملتی تھی۔ اور بڑھاپا بھی تھا۔ لیکن قرآن کریم کے عشق کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ روزانہ بعد نماز عصر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی مرحوم و مغفور کا درس قرآن سننے کے لئے شہر جایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ رسالہ سے صاحب موصوف کا مکان شہر میں قریباً تین میل تھا۔ اور ہر روز عشاء کی نماز کے بعد واپس تشریف لایا کرتے تھے۔

(۷) نماز عشاء کے بعد بغیر گفتگو کے سو جایا کرتے۔ اور بڑی مشکل سے میرے خیال میں کم از کم دو گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے سویا کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز تہجد میں کھڑے ہو کر رکوع و سجود وغیرہ میں اس قدر کثرت سے رویا کرتے تھے۔ کہ ناظرین حیران ہو جاتے۔ اس قدر رقت اور اس قدر آنسوؤں کی روانی بجز خدا کے فضل خاص کے ہرگز میسر نہیں ہوتی۔

(۸) ۱۸۹۲ء یا ۱۸۹۳ء میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ارشاد عالی کے ماتحت آپ نے کتاب ثوابت قسر آنی غلام احمد قادیانی لکھنی شروع کی۔ جس میں ۱۸۹۳ء سے لے کر اپنی وفات تک جو ۱۹۰۲ء میں واقعہ ہوئی نہایت محنت اور جانفشانی فرمائی۔ حتیٰ کہ بغیر نماز کے اوقات کے تمام فارغ وقت اس کتاب کے لکھنے میں صرف فرمایا اور بغیر اس کے کہ کسی شخص کو تبلیغ فرمائی جائے۔ کوئی وقت ضائع نہ فرمایا۔ اور تمام دنیوی کام بند کر دیئے۔ اور خالصۃً للہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل تا ساعتِ انتقال نہایت جانفشانی سے فرمائی جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

تبلیغ

(۱) رسالہ ۱۲ میں دو شخص (سندر سنگھ دفعدار۔ یعنی سردار فضل حق صاحب احمدی) اور (جگت سنگھ لبیس دفعدار۔ یعنی شیخ عبد الرحیم صاحب احمدی پنشنر صدر انجمن احمدیہ قادیان) آپ کی ہی تحریک سے مشرف باسلام ہو کر احمدی ہوئے۔ غیر احمدی اصحاب میں سے رسالہ میں غلام محمد خانصاحب۔ و امام بخش صاحب و سید مقبول شاہ صاحب سواران احمدی ہوئے۔ اور ۱۸۹۵ء میں پنشن حاصل کرنے کے بعد مولوی محمد دین صاحب پنشنر کھاریاں حال مہاجر قادیان ــ اور رستم علی خانصاحب ــ اور شیر باز خانصاحب سکنہ بلانی احمدی ہوئے۔ اور راقم کو۔ اور والدم بزرگوار مرحوم کو بھی آپ ہی کی وجہ سے شناخت حضرت مسیح موعودؑ کا موقعہ ملا۔ الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ جزاہم اللہ خیراً۔

(۲) میں اپنے سکونتی موضع سے ہفتہ عشرہ کے بعد آپ کا نیاز حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ ساری برادری کے ہر ایک فرد کے حالات مجھ سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ فلاں کا کیا حال ہے اور فلاں کا کیا حال ہے۔ اگر میں عرض کرتا کہ فلاں شخص سلسلہ سے محبت رکھتا ہے۔ تو آپ اس قدر خوش ہوتے۔ کہ میں اس خوشی کو بیان نہیں کر سکتا۔ اور اگر میں عرض کرتا۔ کہ فلاں کو محبت نہیں ہے۔ تو آپ اس شخص کا حال سن کر اس قدر مغموم اور پریشان ہو جایا کرتے۔ کہ جس کا بیان احاطہ تحریر سے خارج ہے۔ گویا سلسلہ کا پیار اس قدر تھا۔ کہ جس کا اندازہ کرنا محال ہے

ایثار و محبت

آپ کی وفات ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ اس وقت تک

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر دیکھیں)

میں کیونکر احمدی ہوا

سیرت المہدی کا ایک ورق

جناب ماسٹر عبدالرؤف صاحب بھیروی کی قلم سے

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب الحکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کے فرمانے پر میں اپنے حالات جو قبول احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مختصراً عرض کرتا ہوں۔ اگرچہ عرصہ دراز کے گزرنے اور ضعف کے ہونے سے بہت سے حالات بھول گئے ہیں۔ مگر پھر بھی جو کچھ یاد ہے یا آئندہ یاد آئے گا لکھوں گا

بچپن کا زمانہ میں جبکہ بچپن میں ہائی سکول بھیرہ میں تعلیم پاتا تھا۔ اس وقت سے ہی مجھے اپنی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ مدرسہ سے فارغ ہو کر جب میں گھر میں آتا تھا۔ تو اس وقت دینی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ مثلاً احوال الآخرۃ زینت الاسلام وغیرہ۔

احوال الآخرت میں مہدی اور عیسٰے علیہ السلام اور دجال وغیرہ کے حالات خاص طور پر پڑھا کرتا تھا۔ تو دل میں تعجب آتا تھا کہ یہ کیسا زمانہ ہوگا۔ اور کب ہوگا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا۔ کہ مہدی کا یہی زمانہ ہے جس میں میں پیدا ہوا ہوں۔ یہ ۹۶ و ۱۸۹۷ء کا زمانہ تھا۔ پھر انہی ایام میں حضرت امام مہدی کا چرچا شروع ہوگیا۔ کہ ایک آدمی امام مہدی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور وہ قادیان میں پیدا ہوا ہے۔

قادیان سے ہمارے محلے میں اشتہار اور کتب وغیرہ آتی تھیں۔ جن کو میرا بھائی غلام الٰہی مرحوم مسجد اور دوکان میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار مسجد میں پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ مثلاً گنگا بشن اور عبد اللہ آتھم اور لیکھرام وغیرہ کے اشتہارات پڑھا کرتا تھا۔

آہستہ آہستہ آپ کا چرچا ہمارے محلے میں بکثرت ہوگیا۔ اور آپ کی بڑی شہرت ہوگئی۔ کہ مرزا صاحب واقعی امام مہدی اور مثیل مسیح ہیں۔ میرا بھائی غلام الٰہی اکثر لوگوں سے بحث کیا کرتا تھا۔ اور اسے حضور کے دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ بالآخر وہ حضور کی دید کا شوق لئے قادیان آگیا۔ اور دیکھ کر بیعت کر لی۔ اور تین سو تیرہ میں شامل ہوگیا۔ مجھے اپنے بھائی صاحب کی بیعت کا ٹھیک سن تو یاد نہیں۔ البتہ وہ ۳۱۳ میں درج ہے۔ میرے بھائی صاحب نے اپنے سب بھائیوں کے نام بیعت کرنے والوں میں درج کرائے۔ جن میں میرا نام بھی درج تھا۔ میں اس وقت مدرسہ میں تعلیم پاتا تھا۔

ان دنوں عصر کے بعد حضرت حکیم فضل دین صاحب مرحوم بھیروی درس قرآن دیا کرتے تھے۔ میں بھی ان کے درس قرآن کریم میں شامل ہوتا اور ان سے عمدہ عمدہ اور چیدہ چیدہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سنا کرتا تھا۔ جن سے میرا دل بھی کھل گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شوق اور بھی بڑھ گیا۔

دعا کی عادت مجھے بچپن سے ہی دعا کی عادت تھی۔ مغرب کی نماز کے بعد میں ایک پل پر علیحدہ جا بیٹھا کرتا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کرتا۔ کہ اے اللہ اگر حضرت مرزا صاحب سچے ہیں تو مجھے قادیان پہنچا دے۔

میں ۱۸۹۷ء میں بھیرہ ہائی سکول کی دسویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا۔ آخر ۱۸۹۸ء میں راولپنڈی میں میٹرک کا امتحان دے کر بھیرہ واپس آیا۔ مجھے قادیان جانے کا بھی بہت شوق تھا۔ مگر بوجہ کم استطاعتی اس کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ مگر اللہ تعالےٰ کی شان ہے۔ کہ اس نے میرے لئے ایک راہ کھول دی۔ اور میں اپنے بھائی غلام الٰہی صاحب مرحوم کے ساتھ ۱۸۹۸ء میں قادیان میں آگیا۔ اور یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔ یہ ایک دعا ہی تھی جو مجھے قادیان لے آئی۔ یہ دعا میرے بچپن کے زمانہ کی تھی۔ اور معصومی کی حالت کی دعا تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ایک بات تھی کہ میری یہ دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کی ایک کھلی دلیل بھی تھی اور اسی لئے میں اپنی اس دعا کو بطور دلیل کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

الغرض کچھ دن قادیان میں قیام پذیر رہ کر میں اپنے بھائی کے ساتھ واپس بھیرہ چلا گیا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے میرے بھائی کو لکھا۔ کہ عبدالرؤف کو قادیان بھیج دو۔ حضرت مولوی صاحب میری تعلیمی امداد بھی فرمایا کرتے تھے۔ ان کے اس ارشاد کی تعمیل میں میں اکیلا ہی بھیرہ سے چلکر دوسری دفعہ پھر قادیان آیا اور حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

مئی ۱۸۹۹ء میں حضرت مولوی صاحب نے مجھے مدرس پرائمری کے طور پر مجھے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ملازم کرا دیا۔ اور آٹھ روپے ماہوار میری تنخواہ مقرر ہوئی۔ اسی طرح ۱۹۰۲ء تک میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں ٹیچری کا کام کرتا رہا۔ اس وقت سکول مڈل تک نہ تھا۔ بلکہ چھ سات جماعت تک تھا۔ مڈل میری موجودگی میں ہی بنا۔

اس زمانہ میں پانچوں وقت نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا۔ اور روزانہ الہامات و وحی کے علاوہ نہایت پاکیزہ باتیں سنا کرتا تھا۔ کبھی حضور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کا ذکر فرماتے۔ اور کبھی مسیح کی آمد کا ذکر فرماتے۔ اور کبھی دشمنوں کی ہلاکت کی پیشگوئیاں سناتے۔ جو اکثر ہمارے سامنے پوری ہو جاتیں۔

خطبہ الہامیہ مجھے یاد ہے کہ جب حضور نے خطبہ الہامیہ فرمایا۔ یہ خطبہ عید الاضحیٰ کا تھا۔ خطبہ سے ایک دن قبل حضور نے ایک رقعہ جماعت کو لکھ کر بھیجا۔ کہ اس رقعہ پر ہر ایک آدمی اپنی مراد کی نیت کر کے اپنے دستخط کر دے۔ سو میں نے دین و دنیا کی نیت کر کے دستخط کر دیئے

اس رقعہ کا مطلب یہ تھا۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کے حضور اس مراد کے پورے ہونے کی دعا کروں گا۔ اگر قبول ہوئی تو اللہ تعالےٰ مجھے کوئی نشان دکھائے گا۔ آخر ایسا ہی ہوا دعا قبول ہوئی دوسرے دن حضور نے عید کے بعد یہ خطبہ بیان فرمایا۔ پہلے تو فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے اسے لکھ لو ہوتے ہوتے قریباً تین گھنٹے گزر گئے۔ اس وقت تین آدمی الہامات لکھنے والے مسجد اقصےٰ میں موجود تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم۔ یہ نظارہ دیکھنے اور سننے والے کئی سو آدمی تھے۔ میں بھی موجود تھا۔ بعض مخالف کہتے تھے کہ گھر سے یاد کر کے لائے ہیں۔ مگر حقیقت اور معرفت کو جاننے والے جانتے تھے۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کی طرف سے الہامات نازل ہو رہے ہیں۔ یہ نظارہ غالباً ۱۹۰۱ء کا ہے۔

دیوار کا معاملہ اسی طرح دیوار کا نظارہ اپنے سامنے دیکھا۔ بنتے بھی دیکھی۔ اور تدور الرحیٰ بنزول القضاء کے مطابق گرتے بھی دیکھی۔ اس امر کے زیادہ طول کی ضرورت نہیں یہ باتیں اب شائع شدہ ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ان ایام میں میں دن کو مدرسہ کا کام کرتا تھا۔ اور رات کو حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے مکانوں کا پہرہ دیا کرتا تھا۔ جو دو دو گھنٹے اور تین تین گھنٹے کا باری باری ہُوا کرتا تھا۔

اور کبھی کبھی مسجد مبارک کے متصل دالان میں رات گزارا کرتا تھا۔ اور کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چوکیداری بھی کرتا۔ اور کبھی کبھی حضور کی مٹھی چاپی بھی کیا کرتا تھا۔

تبرک

ابتدائی ایام میں حضور مسجد مبارک کی چھت پر مغرب کے بعد احباب سمیت کھانا تناول فرماتے۔ اور کبھی مجھے حضور کا بچا ہُوا کھانا مل جاتا۔ تو میں اسے بطور تبرک کھالیا کرتا تھا۔

ملک غلام حسین صاحب کھانا تقسیم کیا کرتے تھے کھانے کے بعد حضور شہ نشین پر تشریف رکھا کرتے۔ اور کبھی آدھ گھنٹہ اور کبھی گھنٹہ بیٹھ کر حضورؑ تقریر فرماتے۔ یہ تقریریں مختلف قسم کی باتوں پر مبنی ہوتیں۔ اور بڑی دلچسپ ہوتیں۔ کبھی امریکہ کے ڈوئی کا تذکرہ فرماتے۔ اور کبھی چراغ دین جمونی کے اشتہار کا تذکرہ فرماتے۔ اور کبھی دیگر مخالف مولویوں کا۔ میں ان سب کا تذکرہ کرنے سے قاصر ہوں۔

کبھی ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد جو ان دنوں احمدی تھے اپنی تفسیر سنایا کرتے تھے۔

قصیدہ الہامیہ کا فارسی ترجمہ مولوی عبدالکریم صاحب مغرب کے بعد سنایا کرتے تھے۔ مجھے وہ نظارہ بھی خوب یاد ہے ؎

منم مسیح زمانم منم کلیم خدا
منم محمدؐ و احمد کہ مجتبےٰ باشد

اس وقت کا سنا ہُوا اب تک یاد ہے۔

حضور نے پیر گولڑوی کے بالمقابل اعجاز المسیح اور مولوی ثناء اللہ کے مقابل اعجاز احمدی لکھی۔ ان کا مقابلہ آجتک کوئی نہ کر سکا۔ حضور ایسے وقتوں میں ستر دن تک نمازیں جمع کر کے پڑھتے رہے۔ جن میں میں بھی شریک تھا۔

حضورؑ کی سیر

حضور جب سیر کو تشریف لے جاتے۔ تو اکثر احباب آپ کے ساتھ آپ کے ساتھ سیر میں شریک ہوتے تھے میں بھی شریک ہُوا کرتا تھا۔ ایڈیٹر صاحب الحکمؔ اور بدرؔ تو ضرور ہمراہ ہُوا کرتے تھے۔ جو حضرت کی باتوں کی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی ظہر اور مغرب کی باتیں۔

جنّوں کے متعلق سوال

ایک دفعہ جب کہ حضور سیر کے لئے تشریف لے جانے لگے۔ میں نے جنّوں کے متعلق سوال کیا۔ حضور نواب صاحب کے مکان کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ کہ اگر جنّوں کا انکار کیا جائے تو پھر روح کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہم اس کو نہیں دیکھتے۔ ایسا ہی ملائکہ کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہم ان کو بھی نہیں دیکھتے۔ اسی طرح پھر خدا تعالےٰ کا بھی انکار کرنا پڑے گا کیونکہ ہم اس کو بھی نہیں دیکھتے۔ اور پھر بعض باتیں فرمائیں۔ جواب یاد نہیں رہیں۔ اعمالقہ کی قوم کا بھی اس سلسلہ میں ذکر فرمایا۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق الہام

حضرت میاں بشیر احمد صاحب بچپن میں تیسری یا چوتھی جماعت میں میرے پاس پڑھتے تھے۔ ان کی آنکھیں خراب رہتی تھیں، اس سے ان کو تکلیف تھی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہُوا ”برّق طفلی بشیر“ یہ الہام میرے سامنے پورا ہُوا۔ حضور کے بہت سے الہامات میرے سامنے پورے ہوئے۔ بعض دشمنوں کے متعلق اور بعض فتح اور نصرت کے متعلق۔ آپ نہایت شفیق اور رحیم تھے۔ آپ کی مہربانی اور شفقت کی جو آپ لوگوں پر فرمایا کرتے تھے کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ بھلا جس کی تعریف خدا کرے۔ اور جسے الہام ہو کہ یحمدک اللہ فرائیہ اس سے بڑھ کر اس کی اور کون تعریف کر سکتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی بیماری میں شفقت

مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب جو آجکل جماعت سے علیحدہ ہیں بیماری کی حالت میں ظہر کی نماز کے وقت خاموش بیٹھے تھے۔ چہرے کی حالت زرد رنگ کی تھی۔

حضورؑ نے ان کی طرف دیکھ کر دریافت فرمایا۔ مولوی صاحب کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ بخار کی حالت میں کونین زیادہ کھالی ہے۔ اس وجہ سے طبیعت گھبرا رہی ہے۔ اسی وقت حضور اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ اور دودھ کا ایک پیالہ بھر کر لائے۔ جو مولوی صاحب نے پی لیا۔ اور اس سے ان کی گھبراہٹ دور ہو گئی۔ الغرض یہ تو آپ کے اخلاق کی ایک ادنےٰ مثال ہے۔

میری ٹیچری کا زمانہ

میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۲ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں مدرس رہا۔ اس زمانہ میں نواب محمد علی خانصاحب سکول کے ڈائرکٹر تھے۔ اور مرزا خدا بخش صاحب انسپکٹر تھے ۱۹۰۲ء کے ایام کرسمس میں رخصتوں پر گھر گیا۔ میرے بعد ہی کچھ تخفیف کی ضرورت پیش آئی چار پانچ آدمی تخفیف میں آگئے۔ جن میں میرا نام بھی تخفیف میں آگیا۔ جس کی اطلاع مجھے حضرت مولوی شیر علی صاحب نے بھیرہ میں مجھے ارسال فرمائی۔ مگر اطلاع ملنے سے قبل میں جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان پہنچ گیا۔

اس تخفیف پر ابھی چند دن بھی نہ گذرے تھے۔ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے عجب خان صاحب تحصیلدار کے ہمراہ ان کے بچوں کی تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ خانصاحب ان دنوں زیدہ میں تھے۔ میں ان کے پاس تین چار ماہ رہا۔ اس عرصہ قیام میں اکثر ملنے والوں سے میں مذہبی مباحثات کرتا رہا۔ چنانچہ ذیل میں اس زمانہ کی ایک گفتگو درج کر دیتا ہوں۔

ایک برہمن سے گفتگو

ایک دن ایک برہمن میرے پاس آیا۔ اور اس نے کہا کہ تم لوگ ہم کو اس لئے مشرک کہتے ہو۔ کہ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔

میں نے کہا کہ یہ صحیح ہے

برہمن :۔ تب آپ بھی مشرک ہیں۔ کیونکہ آپ لوگ حج کو جا کر پتھر کو چومتے ہیں۔

میں :۔ میں اسوقت زیدہ میں اکیلا ہی احمدی تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی میرا یار و مددگار نہ تھا اس نے میرے دل میں تین چار جواب ڈال دیئے۔ تب میں نے کہا کہ :۔

(۱) اول ہماری نماز اللہ کے نام سے شروع ہو کر اللہ کے نام پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ہم پتھر کی عبادت کرتے تو ہماری نماز میں حجر اسود کا نام آتا ہے۔ یا قرآن میں ہی اس کا ذکر ہوتا۔

(۲) طرف بھی ہمارے لئے خدا نے ہی مقرر کی ہے اگر ہم مشرق کی طرف منہ کرتے۔ تو تم کہتے کہ تم شمال کو منہ کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر شمال کو کرتے تو تم کہتے کہ جنوب کو کیوں نہیں کرتے۔ اس لئے خدا نے ہمارے لئے ایک طرف مقرر کر دی ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ لا تضرنی ولا تنفعنی یعنی اے پتھر تو نہ تو مجھے کوئی نقصان دے سکتا ہے اور نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ اگر ہم اس کی عبادت کرتے تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

(۴) عبادت اسکی کی جاتی ہے۔ کہ جس کا کوئی ڈر بھی ہو۔ اور اس سے کوئی امید بھی ہو۔ مگر پتھر کا نہ کوئی ڈر ہے۔ اور نہ اس سے کوئی امید ہی کی جا سکتی ہے اس پر اس برہمن کی خوب تسلی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ یہ سوال میں نے زیدہ کے سب علماء سے کیا ہے۔ مگر کسی نے میری تسلی نہ کی۔ آپ نے تو بالکل میری تسلی کر دی۔

ایک کمپونڈر سے گفتگو

اس قسم کے مذہبی مناقشات سے وہاں میری شہرت بھی ہو گئی۔ ایک دن میرے پاس ایک کمپونڈر آیا۔ اس نے کہا کہ میرا ایک سوال ہے اسکا جواب دو۔ میں نے کہا کہ اگر قرآن شریف یا حدیث پر کوئی اعتراض پڑتا ہو۔ تو سوال کرو صرف نحو میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ قرآن شریف تو صرف نحو کے بغیر آتا ہی نہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن شریف جاننے کے لئے صرف نحو کی ضرورت نہیں۔ مگر وہ پھر اپنی بات پر زور دینے لگا۔ مجھے صرف نحو کا کوئی زیادہ علم نہ تھا۔ میں نے کہا کہ قیل اصل میں قَوِلَ تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں خَالَ کا استعمال فرمایا خَافَ اصل خَوِفَ تھا اللہ تعالےٰ نے خَافَ کا استعمال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ ان قواعد کا پابند نہیں وہ کمپونڈر بالکل خاموش ہو گیا۔ اسی طرح علی العموم دلچسپ مباحثات ہوتے کبھی جھگڑا بھی ہو جاتا۔ اور لوگ مجھے ڈرایا بھی کرتے تھے۔ (باقی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)

آنے والے موعود کا دعویٰ

بیانگ بلند میگوئم

اور نہایت واضح الفاظ میں فرمایا۔

ا۔ "میرا اس زمانہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے آنا محض مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں اور عیسائیوں تینوں قوموں کی اصلاح منظور ہے۔ اور جیسا خدا تعالےٰ نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں ...... یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔ اس نے میرے پر ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے تبلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صـ۳۳)

حضرت اقدس کے اس فرمان میں بظاہر صرف تین قوموں کا ذکر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف ان تین اقوام کے ہی موعود ہیں۔ حضرت اقدس نے ان اقوام کا صرف اس لئے ذکر فرمایا ہے۔ کہ یہ تین قومیں ہی سرگرمی سے کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ورنہ دراصل آپ سب اقوام کے مصلح ہونے کے مدعی ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس خود فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا کا مقصد ہے۔ جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔"

(الوصیت صـ۷)

پھر حضور فرماتے ہیں۔ "میرا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ میں وہ مسیح موعود ہوں۔ جس کے بارے میں خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں۔ کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔"

(تحفہ گولڑویہ صـ۱۱۸)

دعوے کی تشریح

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب موعود کل ادیان ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو مناسب تو یہ تھا کہ تمام قومیں اس کے گرد جمع ہو جاتیں۔ اور اپنی لمبی انتظار کو چھوڑ دیتیں۔ تا خدا تعالےٰ کے فیوض و برکات کا بہت جلد وارث بن جائیں۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اس بروزی مسئلہ کو جو ان کو ان کے بزرگ سکھا گئے تھے بھلا دیا۔ اور یہی شور برپا کر دیا کہ جب تک ہندوؤں کا پہلا کرشن نہ آئیگا وہ تسلیم نہیں کریں گے۔ اور جب تک عیسائیوں اور مسلمانوں کا پہلا مسیح آسمان سے نہ اترے گا وہ قبول نہیں کریں گے۔ مگر حضرت اقدس نے ان کو دوبارہ بروز کا مسئلہ یاد کراتے ہوئے فرمایا۔

"کسی اوتار یا پیغمبر کے دوبارہ آنے کا عقیدہ جو رودر گوپال کے صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور ہجرت کی چودھویں صدی میں آنے والا ہو۔ صرف عیسائیوں اور مسلمانوں کا ہی عقیدہ نہیں۔ بلکہ ہندوؤں اور تمام اہل مذاہب کا یہی عقیدہ ہے۔ یہانتک کہ ژند و استا کے پیرو بھی اس زمانہ کی نسبت بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ صـ۱۳۰)

۲۔ راجہ کرشن جیسا کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا۔ جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا۔ جس پر خدا تعالےٰ کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے فتح مند اور بااقبال تھا۔ جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا۔ وہ خدا کی محبت سے پر تھا۔ اور نیکی سے دوستی اور شر سے دشمنی رکھتا تھا۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔"

منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ "ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے"۔ سو میں کرشن سے محبت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں۔"

اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے۔ کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا۔ اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا۔ اور ان کو پالنے والا۔ یہی صفات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں۔ صرف قومی اصطلاح میں تغائر ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ صـ۳۴)

افسوس کہ مسلمان جن کو قرآن کریم جیسی کامل کتاب میں بروز اور مثیل کا مسئلہ نہایت نمایاں کر کے سمجھایا گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا تھا۔ شہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثلہ۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کا وعدہ دیا تھا۔ یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اور پھر فرمایا تھا۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ کہ تمہاری طرف حضرت موسےٰ جیسا نبی بھیجا گیا۔ اور پھر جن کو وعدہ دیا گیا تھا۔ کہ وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔

کہ امت محمدیہ میں بنی اسرائیل کے خلفاء کے بروز پیدا ہوں گے۔ اور پھر جن کے علماء کی نسبت کہا گیا تھا۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ کہ امت محمدیہ کے بعض علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثیل اور بروز ہوں گے۔ کاش یہ لوگ بھی اس مسئلہ کو بھول گئے۔ اور ان کی نگاہیں بھی یہود کی طرح آسمان پر لگی رہیں۔ کہ تا مسیح پہلا مسیح ہی آسمان سے اترتا دیکھیں۔

افسوس کہ مسلمانوں نے بھی نہ تو قرآنی تعلیم سے فائدہ اٹھایا۔ اور نہ یہود کی ٹھوکر سے سبق حاصل کیا۔ آخر حضرت اقدس علیہ السلام نے مسلمانوں کو بروز کی حقیقت سے آگاہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"چونکہ دنیوی برکتیں عیسےٰ صفت کو چاہتی تھیں اور روحانی برکتیں محمدؐ صفت انسان کے ظہور کا تقاضا کرتی تھیں۔ اور خدا تعالےٰ وحدت کو پسند کرتا ہے۔ نہ کہ تفرقہ کو۔ اس لئے اس نے یہ دونوں شانیں ایک ہی انسان میں جمع کر دیں۔ تا دو کا بھیجنا موجب تفرقہ نہ ہو۔ سو ایک ہی شخص ہے۔ جو ایک اعتبار سے مظہر عیسےٰ علیہ السلام ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے مظہر محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور یہی سر اس حدیث کا ہے۔ لا مھدی الا عیسیٰ"

(ایام الصلح صـ۱۵۷)

پس ہمارا مسیح موعود علیہ السلام عیسےٰ کی صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے عیسےٰؑ اور موسےٰؑ کی صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے۔ موسےٰؑ اور کرشنؑ کا مثیل ہونے کی وجہ سے۔ کرشن بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کا جلوہ گاہ ہونے کی وجہ سے محمد بھی ہے اور پھر مسیح بھی۔ اسی مفہوم کے ماتحت حضور نے فرمایا ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمدؐ و احمد کہ مجتبیٰ باشد

اور اسی بروزی کیفیت کو ملحوظ رکھ کر حضور نے فرمایا ؎

میں کبھی آدم کبھی موسےٰ کبھی یعقوب ہوں۔

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ہیں وہ شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے

میں ہؤا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

غرض حضرت اقدس نے جب اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں ہی ہندوؤں کا کرشن اور مسلمانوں کا مہدی ہوں تو بروزی مسئلہ کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اپنے اور بیگانے سیخ پا ہوئے۔ سب نے نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور جو منہ میں آیا کہا۔ آخر حق غالب آیا۔ اور ہندو قوم جو بروزی آمد کی جگہ تناسخ جیسا بعید از عقل مسئلہ گھڑ بیٹھی تھی۔ آخر ان کو بھی اس صداقت کا اقرار کرنا پڑا۔ کہ ایک ہی شخص مختلف ہستیوں کا بروز ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ویر بھارت نے کرشن نمبر میں نہایت عمدہ اور واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اس صداقت کا اقرار

ان الفاظ میں گیا ہے

کرشن کا ہونیوالا اوتار

(۱) "نہہ کلنک اوتار آ۔ آ اے امام دو جہان
منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے کب تیرا ظہور۔
(۲) تو مسلمانوں کا مہدی۔ تو نصاریٰ کا مسیح۔
تو شہ سکان پستی تو شہنشاہ طہور۔
(۳) پاپ کی بستی میں آنیکوں کی رکشا کے لئے
ہو چلا ہے پھر نظام دہر میں پیدا فتور۔

پس اے اپنے اپنے موعود کے منتظر میرے دوستو! جب آپ سب کے نبیوں کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے والا۔ اور آپ سب کے نبیوں کا بروز آگیا۔ تو کیا آپ کے لئے ضروری نہ ہوا۔ کہ آپ سب اس پر ایمان لائیں۔ اور شرح صدر سے اس کے قلعہ میں داخل ہوں۔ تا آپ ہر قسم کی آفات سے بچ کر خدا کی پناہ میں آجائیں۔ سن لو کہ اس موعود نے علی الاعلان کہہ دیا صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے۔

غرض بعثت یا ضرورت نبوّت

اس بات کو واضح کر چکنے کے بعد کہ تمام قومیں ایک موعود کی منتظر ہیں۔ اور یہ کہ وہ موعود ایک ہی ہو گا۔ نہ کہ الگ الگ۔ اور یہ کہ وہ اسلام میں ہی آئے گا۔ اس بات کو بھی واضح کرتا ہوں۔ کہ اسلام نے کسی مصلح کے آنے کے کیا قواعد اور کیا اغراض بتائے ہیں۔

اسلام نے مصلحین کی آمد کی اغراض پر مختلف پیراؤں میں بحث کی ہے۔ مگر میں اس وقت ایک ایسی آیت پیش کرتا ہوں۔ جس میں چار اغراض ایسی بیان کی گئی ہیں۔ کہ جس کے ارد گرد تمام باقی اغراض گھومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

یعنی دنیا پر ایک ایسا زمانہ آجاتا ہے۔ جس کو امیت یا ضلال مبین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور وہ زمانہ جس کو کھلی ہوئی گمراہی یا جہالت کے زمانہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس میں چار باتوں کا فقدان ہوتا ہے۔

(۱) خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقینی علم نہیں رہتا
(۲) لوگوں میں پاکیزگی۔ تقوےٰ طہارت باقی نہیں رہتی
(۳) خدا کی طرف سے آمدہ کتاب کا صحیح علم قلوب سے اٹھ جاتا ہے۔
(۴) مضبوط اور محکم دلائل سے دنیا عاری ہو جاتی ہے

یہ چار امور ایسے ہیں۔ جن کے فقدان سے دنیا میں جہالت پیدا ہو جاتی ہے۔ بے دینی پیدا ہو جاتی ہے۔ تفرقہ بازی شروع ہو جاتی ہے۔ محبت اور پیار دلوں سے نکل جاتا ہے۔ ایک قسم کا اندھیرا دنیا میں چھا جاتا ہے۔ گویا ایک قسم کی موت انسانی قلوب پر طاری ہو جاتی ہے۔ اور ایسے زمانہ کو گمراہی کے زمانہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تب خدا کا نبی۔ مٹی ہوئی توحید۔ گم گشتہ صداقت۔ بھولی ہوئی محبت۔ چھوڑی ہوئی تقوےٰ و طہارت کو از سر نو قائم کرتا ہے۔

غرض پہلی بات جو کسی مصلح کی ضرورت کو ثابت کرتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی سے کامل یقین و ایمان اٹھ جاتا ہے۔ اور اس کے وجود پر کوئی محکم دلیل۔ اور کوئی نشان دنیا کے پاس نہیں رہ جاتا۔ اور دنیا پر دہریت اور بے دینی کا عالم چھا جاتا ہے۔ تب واحد و یگانہ خدا کی توحید پسند غیرت جوش میں آتی ہے۔ اور وہ کسی شخص کو اپنا نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ جس کے ذریعہ انا الموجود کی صدا بلند کرتا ہے۔

چنانچہ ہمارے زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

۱؎ توحید کا موجب۔ اور توحید کا پیدا کرنے والا اور توحید کا باپ۔ اور توحید کا سرچشمہ۔ اور توحید کا مظہر اتم صرف نبی ہی ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کا مخفی چہرہ آتا ہے۔ اور پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔

۲؎ قدیم سے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے۔ کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے

۳؎ یہ بھی یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کے وجود کا پتہ دینے والے۔ اور اس کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے۔ تو صراط مستقیم کا یقینی طور پر پانا۔ ایک ممتنع اور محال امر تھا۔

پھر حضرت اقدس اس کی دلیل بیان کرتے ہیں۔ کہ خدا کے وجود کو معلوم کرنے کے لئے نبی کی کیوں ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

۱؎ جب ایک مدت دراز اس بات پر گذر جاتی ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا۔ تو عقلوں کا زمینی پانی گندہ اور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور دنیا میں بت پرستی اور شرک اور ہر ایک قسم کی بدی پھیل جاتی ہے پس جس طرح آنکھ میں ایک روشنی ہے۔ اور باوجود اس روشنی کے پھر بھی آفتاب کی محتاج ہے۔ اسی طرح دنیا کی عقلیں جو آنکھوں سے مشابہ ہیں۔ ہمیشہ آفتاب نبوت کی محتاج رہتی ہیں۔

جب ہم ذرا بھی غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں صاف طور پر نظر آتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں سچ مچ خدا تعالےٰ کی ہستی کا کوئی یقینی علم دنیا کے پاس نہیں رہا دنیا دہریت کے عمیق گڑھے گر رہی ہے۔ اور ایک خدا کی جگہ ہزارہا قسم کے بتوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کا صحیح علم ہندو دوستوں کو ہوتا۔ تو وہ کبھی اپنے ہاتھوں سے پتھر وغیرہ کی مورتیاں بنا کر ان کے سامنے سر نہ جھکاتے۔ اور اگر اس پیارے کا چہرہ عیسائیوں کو نظر آ جاتا۔ تو وہ تین مستقل ہستیوں کے مجموعے کا نام توحید نہ رکھتے۔ اگر اس قادر مطلق کا تصور آریہ سماج کے قلوب میں سما جاتا تو وہ ارواح و عناصر کو خدا کی طرح قدیم اور غیر مخلوق یقین نہ کرتے۔ اور اسی طرح اگر خدا کا حق الیقین آجکل کے مسلمانوں کو ہو جاتا۔ تو وہ کبھی موہوم دجال اور اس کے گدھے کو خدائی صفات نہ دیتے۔

مجھے جہانتک مختلف مذاہب کے علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے ان سے خدا تعالےٰ کی ہستی کا کوئی یقینی ثبوت طلب کیا۔ مگر افسوس کہ مجھے کسی نے بھی کوئی ثبوت خدا تعالےٰ کی ہستی کا نہ دیا۔ بڑی سے بڑی دلیل جو کوئی پیش کر سکا۔ صرف اسی مقام تک پہنچاتی تھی۔ کہ خدا ہونا چاہیئے۔ لیکن اس بات پر کسی کے پاس بھی کوئی دلیل نہ تھی۔ کہ خدا اب بھی ہے۔

خدا کی ہستی پر سب سے بڑی دلیل اس کے نبی اور رسول ہی ہوتے ہیں۔ جو یتلو علیھم آیاتہ کے فرمان پاک کے مطابق خدا کا تازہ بتازہ کلام لوگوں کو سنا کر خدا پر یقین کا دروازہ کھولتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ مذہب مردار ہے۔ جس میں ہمیشہ کے لئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہیں۔ کیونکہ وہ انسانوں پر یقین کی راہ بند کرتا ہے۔ اور ان کو قصوں اور کہانیوں پر چھوڑتا ہے۔ اور ان کو خدا سے ناامید کرتا ہے۔ اور تاریکی میں ڈالتا ہے . . . . یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے . . . . . غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے۔ جو خدا کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ تو اپنا کلام اس پر نازل کرتا ہے . . . . وہ کلام قائم مقام دیدار کا ہو جاتا ہے۔ اس روز انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے۔ کیونکہ انا الموجود کی آواز سنتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی کلام سے پہلے اگر انسان کا خدا تعالےٰ کے وجود پر ایمان ہوتا ہے۔ تو بس اسقدر کہ وہ مصنوعات مدنظر کر کے یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ اس ترتیب محکم ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ کہ درحقیقت وہ صانع موجود ہے۔ یہ مرتبہ ہرگز بجز مکالمات الٰہیہ کے حاصل نہیں ہو سکتا۔"

(نزول المسیح صفحہ ۹۵)

غرض یہ امر ثابت ہو گیا۔ کہ خدا کے وجود کا یقینی طور پر علم دینے والے نبی ہی ہوتے ہیں۔ جن پر خدا کا قطعی اور یقینی کلام نازل ہوتا ہے۔ خدا کی طرف سے کرشن مہاراج بھی اسی لئے آئے۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے بھی یا نار کونی بردا و سلاما کا پیارا کلام پا کر ہی خدا پر یقین پیدا کیا۔ اور حضرت موسٰیؑ نے بھی چاروں طرف موت دیکھ کر اپنے ساتھیوں اور اپنے دشمنوں پر خدا کا کلام کلا ان معی ربی سیھدین (کہ میرا رب مجھے کبھی تباہ نہیں کرے گا۔ بلکہ میرے دشمنوں کو ہلاک کرے گا) سن کر اور اس کے مطابق کامیاب ہو کر فرعون کے ساتھیوں کو غرق کروا کر فرعون کے منہ سے اقرار کروایا آمنت

انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنوا اسرائیل

کہ بے شک خدا ہے۔

ہمارا زمانہ جس میں دہریت کا ایک سیلاب رواں دنیا کو غرق کر رہا تھا۔ اور خدا کی توحید کا قطعی ثبوت کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معبوث فرمایا۔ اور آپ پر قطعی اور یقینی کلام نازل فرمایا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ ۱؎ "میں اسی کی (خدا تعالےٰ کی) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسےٰؑ سے اور مسیح ابن مریمؑ سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ سے ایسا ہمکلام ہوا۔ کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ . . . . . .

۲؎ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے" تجلیات الٰہیہ ص ۲۵-۲۶

۳؎ "وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے۔ اس نے میری روح پر ابتداء میں محض کلام کے ساتھ تجلی کی۔ اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا"

(نزول المسیح ص ۸۷)

پس جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ آپ پر خدا تعالےٰ کا کلام قطعی اور یقینی نازل ہوا۔ اور خدا نے آپ کا نام نبی اللہ رکھا۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں "میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

تو ضروری ہوا کہ آپ پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ جب تک آپ پر ایمان نہ لایا جائے گا۔ اس وقت تک نہ خدا پر یقین آسکتا ہے، اور نہ انسان اس سے کوئی تعلق پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ:-

"جو شخص مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو بھی نئے سرے سے قبول کرتا ہے۔ اور جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا۔ اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس کے پاس قصے ہیں نہ مشاہدات۔ خدا تعالیٰ کا آئینہ میں ہوں۔ جو شخص میرے پاس آئے گا اور مجھے قبول کرے گا وہ نئے سرے سے اس خدا کو دیکھ لے گا۔ جس کی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھوں میں صرف قصے باقی ہیں۔ میں اس خدا پر ایمان لایا ہوں جس کو میرے منکر نہیں پہچانتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہیں وہ خیالی بت ہیں نہ خدا۔ اسی وجہ سے وہ بت ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ ان میں کوئی پاک تبدیلی نہیں کر سکتے" (نزول المسیح ص ۸۴)

پس حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر ایمان لانا سب سے زیادہ اس لئے ضروری ہے۔ کہ آپ خدا تعالیٰ کا آئینہ ہیں۔ اور آپؑ پر ایمان لائے بغیر نہ خدا کا قطعی اور یقینی علم ہو سکتا۔ اور نہ اس سے صحیح تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سچے تعلق کے لئے صحیح اور سچا اور قطعی علم ضروری چیز ہے۔ اور وہ صرف نبی کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے:۔

بقیہ مضمون صفحہ ۲

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جس قدر کتب و رسالہ جات و اخبارات سلسلہ موجود تھے۔ سب کے خریدار تھے حتےٰ کہ تمام کتابیں حضرت اقدسؑ کی دو دو تین تین جلدیں خرید کی تھیں اور غرض یہ تھی کہ ایک جلد خود رکھیں گے اور دوسری جلدیں شائقین کتب سلسلہ کو دی جائیں گی۔

(۲) رسالہ الوصیت آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا لیکن آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں رہنے کے لئے اس قدر بے تاب تھے۔ کہ جس کا نمونہ نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ اپنی وفات کے قریب آپ نے قادیان پہنچنے کی پُرزور طیاری کی۔ اور آپ کی یہ خواہش تھی کہ میرا مدفن قادیان ہو۔ لیکن چونکہ خداوند کریم کو منظور نہ تھا۔ اس لئے اپنے عزم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(۳) باوجود قلیل تنخواہ کے آپ کے مال کا ایک معتدبہ حصہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں باقاعدہ پہنچتا رہتا تھا۔ اور آپ جان نثار عشاقِ سلسلہ میں سے تھے۔

حضرت جری اللہ کی خوشنودی

۱۸۹۸ء کے جلسہ پر مکرمی مولوی محمد دین صاحب پنشنر کھاریاں اور خاکسار راقم حضرت مسیح موعودؑ کے پاؤں بعد نماز عشاء دبا رہے تھے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے ایک نہایت سرد آہ کے بعد فرمایا۔ کہ منشی جلال الدین صاحب مرحوم ہمارے یکتا اور بے نظیر دوست تھے۔ کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ افسوس منشی صاحب ثوابت قرآنی کو ختم نہ کر سکے۔ جس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ منشی صاحب اس کارِ خیر میں اس قدر برکت لے گئے اس قدر لے گئے کہ ہم بیان نہیں کر سکتے کہ کس قدر اجر لے گئے ہیں۔ یہ کسی سعید روح کا حصہ ہے۔ کہ اتنا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس کے بعد مولوی محمد دین صاحب کو فرمایا کہ آپ بھی ان کے فرزند ہیں آپ اس کام کو ختم کر دیں

صحت جسمانی

(۱) جب رسالہ ۱۴ چھاؤنی جہلم میں تھا۔ تو قریباً ہر روز بعد نماز عشاء اپنے مسکن موضع پدھانی جو جہلم چھاؤنی سے قریباً پندرہ سولہ میل ہے تشریف لا کر اپنے گھر کے اردگرد بطور محافظ رات گذار کر صبح کو چار بجے سے پیشتر اپنی چھاؤنی میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ اس وقت میرے خیال میں آپ کی عمر قریباً ساٹھ سال سے متجاوز تھی۔

(۲) اپنی زمینداری کے متعلق آپ نے گاؤں کے چند نوجوانوں کو اپنی زمین کی صفائی کے لئے کام پر لگایا۔ ۱۰ بجے کے قریب آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور ایک نوجوان کے ہاتھ سے بیلچہ لے کر فرمایا۔ کہ دیکھو تم جوان ہو اور میں بوڑھا ہوں۔ یہ کہہ کر ایسا زور سے بیلچہ چلایا۔ کہ جس قدر مٹی وہاں موجود تھی۔ وہ سب ایک گھنٹہ میں صاف کر دی۔ اور اس طرح ہمارا کام جوان سب نے شام تک کرنا تھا۔ قریباً ایک گھنٹہ میں کر دکھایا۔ حالانکہ یہ واقعہ ان کی وفات سے چند دن پہلے کا ہے۔

(۳) ایک دفعہ اپنی ملازمت کے اثناء میں ظہر کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے دو تین بجے تک قریباً اسی میل پہاڑی سفر پیدل طے کیا۔ جو ایک جوان مرد کے لئے بھی ناممکنات میں سے ہے۔

(۴) بیکار رہنے والے پر آپ کبھی خوش نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور محنت اور جانفشانی سے کام کرنے والے کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کام محنت شاقہ اور جانفشانی سے کرنا آپ کا دائمی دستور العمل تھا۔ خصوصاً کبرسنی میں ان کی شبانروزی محنت کی نظیر ملنی محال ہے

(۵) راقم نے آپ کی جوانی دیکھی ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جب میں نے ہوش سنبھالا تھا۔ تو آپ کی لمبی ریش مبارک سفید ہو چکی تھی۔ لیکن ثوابت قرآنی کی تحریر میں جو محنتِ شبانروزی اور رقت و خشیت کا عالم راقم نے دیکھا ہے۔ وہ بہت بے نظیر اور محالات میں سے ہے

آپکا اثر آپکے ہم جلیسوں پر

جس قدر افراد آپ کے زیر اثر احمدی ہوئے ہیں۔ ان سب میں خدا کے فضل سے عموماً رقت بکثرت موجود تھی۔ خصوصاً رستم علی خانصاحب مرحومؓ۔ اور ہمشیرہ مکرمہ حضرت خورشید بی بی صاحبہ مرحومہ دختر صاحب موصوف کی رقت قابل رشک تھی۔ اللّٰھم ارحمھا واجعلنا منھم۔

خاکسار کے والد مرحوم سے محبت

خاکسار کے والد مرحوم آپ کے علاوہ نسبتی برادر ہونے قریبی رشتہ دار بھی تھے۔ آپ نے میرے والد کے نام اثنائے ملازمت میں بڑی بڑی لمبی نظمیں پُر محبت فارسی زبان میں وقتاً فوقتاً روانہ فرمائی تھیں۔ اور خدا کا فضل ہے کہ میرے والد صاحب کے تینوں استاد السابقون الاولون میں سے ہیں۔ یعنی (۱) حضرت مرزا منشی جلال الدین صاحب مرحومؓ (۲) حضرت مولوی برہان الدین صاحب احمدی جہلمی مرحوم (۳) حضرت سید غلام شاہ صاحب احمدی مرحومؓ نورنگ ضلع گجرات پنجاب۔

آپ صاحب الہام بھی تھے

آپ کے کئی ایک الہامات میں سے مندرجہ ذیل الہام مجھے یاد ہے:۔ نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم

خاکسار خلیل الرحمٰن پنشنر مہاجر محلہ دار الرحمت قادیان

وصیتیں

۵۳۰۹ منکہ محمد دین ولد نواب الدین عرف ماہی قوم آرائیں پیشہ آرہ کشی عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ہرسیاں ڈاکخانہ دیال گڑھ۔ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ بھائی ہیں۔ اور ہمارا مشترکہ رقبہ اراضی ۱۵ کنال واقع ہرسیاں میں ہے۔ جس کی قیمت ۷۵۰ روپے ہے۔ جس کا میں پانچواں حصہ کا مالک ہوں۔ اسی طرح ہمارا مکان خام ۳ مرلہ قیمتی ۱۵۰/ روپے۔ واقعہ ہرسیاں ہے۔ اس کے بھی میں پانچویں حصہ کا مالک ہوں۔ کل قیمت میرے حصہ کی ۱۸۰ روپے ہوئی۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ لیکن میرا گذارہ صرف جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مبلغ بیس روپے ماہوار ہے۔ اور اس میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔ جس کی میں اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہوں گا۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ وصیت کی مد سے منہا کر دیا جائیگا۔

العبد: (انگوٹھا) محمد الدین حال کٹڑہ کرم سنگھ۔ امرت سر۔

گواہ شد:۔ عبد الرحمٰن ہرسیاں حال انگلش ٹیچر چک ۲۳۰ ر ب لائل پور۔

گواہ شد۔ بدر الدین بقلم خود ساکن ہرسیاں حال امرت سر۔

نمبر ۵۳۴۵: منکہ نور محمد ولد میاں خیر الدین قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۴۹ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان دار الرحمت بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت عاجز کی جائیداد حسب ذیل ہے۔

خاندانی جائیداد ایک مکان ایک مکان خام جس کی قیمت فی زمانہ مبلغ ۵۰۰ روپے ہے۔ اس کے ۱/۲ کا میں مالک ہوں واقعہ موضع چھچھ وال ضلع لدھیانہ ۵۰/ روپے خود پیدا کردہ جائیداد ایک مکان خام جس کی قیمت فی زمانہ ۵۰۰/ روپیہ ہے۔ اس کے ۲/۳ کا میں مالک ہوں۔ واقعہ موضع چھچھ وال ضلع لدھیانہ ۳۰۰/۔ چاہی زمین رہن تقریباً ایک بیگھہ جو کہ مدت ہوئی ۱۰۰/۴ روپے میں رہن لی تھی۔ لیکن آجکل ایک سو کی حیثیت رکھتی ہے۔ واقعہ موضع چھچھ وال ضلع لدھیانہ ۱۰۰/۔ ایک مکان پختہ واقعہ محلہ دار الرحمت قادیان قیمتی تقریباً ۳۰۰۰/۔ روپیہ کل ۳۴۵۰/۔ روپے لہذا مذکورہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی مبلغ ۳۴۵/۔ روپے کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو انشاء اللہ جلد نقد ادا کی جائے گی۔ یا جو کچھ جمع خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر دیا جاویگا وہ کاٹ کر باقی میری جائیداد سے وصول کیا جاوے۔ اس کے علاوہ عاجز کی ماہوار آمدنی بعد کٹوتی انکم ٹیکس ۱۸۵/۸/ روپے ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی یعنی ۱۸/۹ ماہوار کی وصیت کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اگر یہ آمدنی بڑھ جاوے۔ یا بصورت پنشن کم ہو جائے۔ تو حسب حال کم و بیش ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی اور جائیداد سوائے اس کے جو وصیت میں مذکور ہو چکی ہے۔ میرے مرنے کے بعد پائی جاوے۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ البتہ جو جائیداد وصیت میں آچکی ہے۔ اگر اس کی کوئی آمدنی ہو تو وہ اس سے مستثنےٰ ہوگی۔

العبد۔ نور محمد بقلم خود اوورسیر شہر مظفر گڑھ

گواہ شد:۔ محمد نصر اللہ پنشنر دار الفضل حال ٹھیکیدار غازی گھاٹ

گواہ شد۔ کال دین ٹھیکیدار غازی گھاٹ

یانگسی

چین اور جاپان کے درمیان، خواہ جاپان کے الفاظ میں "حادثہ" یا جسے دوسری دنیا "جنگ" کے نام سے یاد کرتی ہے ہو رہی ہے۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ ہر دو اطراف کی فوجیں ایک تیسرے دشمن کا بھی مقابلہ کر رہی ہیں۔ جس میں جاپان کو زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ جب چین نے اپنے سب سے بڑے دریا یانگسی کے بند کو توڑنے کا حکم دے دیا۔ تو ہر ایک ڈاکٹر نے ایک آئندہ پیش آنے والے خطرہ کو بھانپ لیا۔ جس کے نتائج اب تک خوب واضح ہو چکے ہیں۔

سینکڑوں مربع میل کے رقبے میں جہاں پہلے ہی ملیریا کے جراثیم کچھ کم تعداد میں نہ تھے اب ان جراثیم سے "سیلاب زدہ" ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ بیماری متعدی ہو کر کافی پھیل چکی ہے۔ جس کا من حیث الجماعت علاج صرف **کونین** ہے دونوں ممالک کی فوجیں یا کونین استعمال کریں گی یا اسکے ہولناک نتائج بھگتیں گی۔

ان علاقوں سے دور نیو یارک میں چینی عورتوں نے چندہ جمع کرکے ۲ ٹن کے قریب کونین منگوائی ہے۔ تاکہ اپنے ملکیوں کو بھجوائیں۔ ہر چینی دوکان کے سامنے ایک بکس معلق ہے۔ جس میں ہمدرد امریکن لوگ چندہ ڈالتے ہیں۔ لیکن احتیاطی تدبیروں میں صرف ۶ گرین کونین روزانہ کھا لینے سے ایک سپاہی کی جان بچائی جا سکتی ہے گو دریائے یانگسی اپنے بند پر سے کتنا عرصہ بہتا رہے ملیریا کے علاج کیلئے ۱۵ گرین ۲۰ گرین تک روزانہ ۵ دن سے ۷ دن تک کونین کھانی چاہیئے جیسا کہ لیگ آف نیشنز کے ملیریا کمیشن والے ہدایت کرتے ہیں۔